7

اپنے ارادوں کی باگ ڈور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرنی چاہیئے

(فرمودہ 12 فروری 1943ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"اس دنیا کے کارخانہ میں بھی عجیب عجیب نظارے نظر آتے ہیں اور انسان جو اپنے علم اور اپنی عقل اور اپنے فہم پر اس قدر مغرور ہے کہ وہ خدا تعالیٰ اور اس کی قدرتوں پر بھی اعتراض اور جرح اور تنقید سے نہیں رُکتا۔ اگر اس کے اعمال اور اس کی زندگی کے سفر پر ایک مجموعی نگاہ ڈالی جائے تو وہ ایسا پریشان اور حواس باختہ نظر آتا ہے کہ اس کی ان دونوں حالتوں کا مقابلہ نہایت ہی تعجب انگیز ہو جاتا ہے۔ ایک وقت میں تو وہ کہیں خدا تعالیٰ کے قانونِ قدرت پر معترض ہوتا ہے۔ کہیں خدا تعالیٰ کے قانونِ شریعت کو قابلِ تبدیل قرار دیتا ہے۔ کہیں خدا تعالیٰ کی صفات میں اصلاح کرنے کی کوشش کرتا ہے تو دوسرے وقت میں وہ بالکل ایک پَر کی طرح جو پانی میں تیر رہا ہو نظر آتا ہے۔ اور اس کے اندر کسی مقابلہ اور مقاومت 1 کی طاقت نہیں ہوتی۔ وہ صرف پھڑ پھڑاتا ہے۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ آج ایک چیز کسی رنگ میں نظر آتی ہے تو کل وہ بالکل ہی شکل بدل لیتی ہے۔ ایک طاقتور اور قوی انسان جس سے دنیا ڈر رہی ہوتی ہے چند گھنٹوں میں ایک بے جان لاشہ ہو جاتا ہے۔ لوگ اس کو مٹی

کے نیچے دفن کرکے گھروں میں واپس آجاتے ہیں۔ اور انسان تو انسان چھوٹے چھوٹے کیڑے بھی اس سے نہیں ڈرتے۔ بلکہ کیڑے اسے اپنی غذا بنالیتے ہیں۔ ایک حقیر اور کمزور انسان جس کا ادب اور احترام کسی کے دل میں بھی نہیں ہوتا وہ یکدم ایسی نمایاں ہستی بن جاتا ہے کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی اس کا اندازہ نہیں ہوتا۔ یہ تمام باتیں اور نظارے جو ہمیں روزانہ نظر آتے ہیں جن کی صداقت پر دنیا کے تمام ممالک کی تاریخوں کے صفحات گواہ ہیں ہمیں اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ ہمیں اپنے فیصلوں اور کاموں میں اپنی عقل اور سمجھ پر کلی طور پر انحصار کی عادت چھوڑ دینی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جو تمام غیبوں کو جاننے والا ہے ہمیشہ اپنے ارادوں اور خیالات کی باگ ڈور پھیرنی چاہیے کیونکہ اسی کے پاس جاکر اور اور اسی کے قرب میں رہ کر انسان ان چیزوں کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے جن کی حقیقت عام طور پر انسان کی نگاہ سے پوشیدہ ہوتی ہے۔

یہی جنگ جو آجکل جاری ہے اسی کو دیکھ لو کس طرح تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد اس میں مختلف دور آتے ہیں۔ کبھی اس پر یہ دور آیا کہ یوں معلوم ہوتا تھا اب جرمنی تباہ ہونے لگا۔ پھر دوسرا دور آیا جس میں فرانس کی طاقت چند دنوں کے اندر اندر اس طرح کچلی گئی جس طرح کوئی بڑا بیل دیوار پر لٹکائی ہوئی یا کسی جھاڑی پر لٹکائی ہوئی رضائی کے پرزے اڑا دیتا ہے یا روئی دھنکنے والا روئی کو دھنک کر رکھ دیتا ہے۔ وہ طاقت جو اکیلی ہی اپنے آپ کو جرمنی کا مدّمقابل سمجھتی تھی جس نے آج سے بیس سال پہلے جرمنی کے بعض علاقوں پر سالوں تک حکومت کی تھی اور جس کا جرمن لوگوں پر اس رنگ میں اقتدار چھایا ہوُا تھا کہ گویا وہ اس حکومت کے مقابلہ میں بالکل بے کس اور بے بس تھے۔ وہ بیس سال کے بعد سالوں میں نہیں، مہینوں میں نہیں دنوں میں اس طرح اُڑ گئی کہ اس کا نام و نشان تک نہ رہا۔ اور دنیا نے یہ خیال کیا کہ اب جرمنی نہ معلوم کیا کر دے گا۔ پھر اس کے بعد جنگ پر دوسرا دور آیا اور جرمنی کے ایک ساتھی کو مصر میں اتنی بڑی اور عظیم الشان شکست ہوئی کہ یہ خیال کر لیا گیا کہ اب انگریزی لشکر آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا اور غالباً اٹلی کے ساحلوں پر ہی جاکر دم لے گا۔ اور پھر اس میں تغیر پیدا ہوُا اور دشمن نے آگے بڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے

خیال کیا کہ شاید انگریزی حکومت آخری دموں پر ہے۔ یہی حال روس میں بھی ہوا کہ ہر ششماہی کے بعد نقشہ الٹ گیا۔ پہلی ششماہی میں روس کے متعلق یہ خیال کیا گیا کہ وہ بالکل تباہ ہو جائے گا۔ دوسری ششماہی میں یہ خیال کیا گیا کہ اس کی فوجیں جرمنی میں داخل ہو جائیں گی ۔ تیسری ششماہی میں یہ خیال کیا گیا کہ روس بچتا نظر نہیں آتا۔ اور اب چوتھی ششماہی میں پھر لوگ یہ آس لگائے بیٹھے ہیں کہ روسی فوجیں جرمنی میں داخل ہو جائیں گی۔ کبھی ایک لحہ کے لئے لوگوں کے دلوں میں یہ خیال طاری ہو جاتا ہے کہ فیسی ازم دنیا میں قائم ہو جائے گا اور کبھی دوسرے لحہ وہ اس شبہ میں مبتلا نظر آتے ہیں کہ شاید بالشویک اب دنیا میں حکمران ہو جائیں گے۔ مگر کون یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے سوائے اُس کے جسے خدا تعالیٰ کی طرف سے اطلاع ملی ہو کہ آئندہ زمانہ میں کیا ہونے والا ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ اِس طرف یا اُس طرف سے دنیا کو کیا فائدہ یا کیا نقصان پہنچنے والا ہے۔

جہاں تک خدا تعالیٰ کا خانہ ہے وہ تو دونوں طرف سے خالی ہے۔ نہ اتحادیوں کو خدا تعالیٰ سے کوئی جوڑ ہے اور نہ ان محوریوں کو خدا تعالیٰ سے کوئی تعلق ہے۔ نہ وہ چاہتے ہیں کہ خدا کا مذہب دنیا میں پھیلے اور نہ یہ چاہتے ہیں کہ خدا کا مذہب دنیا میں پھیلے۔ نہ وہ توحید کے قائل ہیں نہ یہ توحید کے معترف ہیں۔ پس جہاں تک مذہب کا تعلق ہے وہاں تک تو ایک مومن شاید یہ کہنے کے لئے تیار ہو جائے گا کہ ۔

ماراچہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت

یعنی مجھے اس سے کیا واسطہ کہ گائے آئی اور گدھا گیا۔ جو آئے یا جو جائے مجھے اس سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ لیکن جہاں تک سیاسیات کا تعلق ہے قدرتی طور پر ہر جماعت جس کی کسی حکومت سے وابستگی ہے وہ اس سے ہمدردی رکھتی ہے۔ جن جماعتوں کو اپنی آئندہ بہتری انگریزوں یا امریکنوں کے ساتھ تعلق رکھنے میں نظر آتی ہے وہ قدرتی طور پر خواہشمند ہیں کہ انگریزوں اور امریکنوں کو اس جنگ میں فتح حاصل ہو۔ اور جن جماعتوں کا فائدہ جرمنوں اور جاپانیوں کی فتح میں ہے وہ قدرتی طور پر یہ آس لگائے بیٹھی ہیں کہ اس جنگ میں جرمنوں اور جاپانیوں کو فتح حاصل ہو گی۔ یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ انگریزوں اور امریکنوں کے ہمدرد تو

موجود ہیں مگر جرمنوں اور جاپانیوں کے ہمدرد نہیں۔ ہندوستان میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو جرمنوں سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ بلکہ آجکل کوئزلنگ(Quisling) 2 کی ایک نئی اصطلاح جو دنیا میں رائج ہے وہی بتاتی ہے کہ جرمنوں کے ہمدرد ہر ملک میں موجود ہیں۔ فرانس میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو جرمنوں سے ہمدردی رکھتے ہیں بلکہ ان کا موجودہ وزیر اعظم تو بار بار اصرار سے یہ اعلان کر رہا ہے کہ دنیا میں امن کا قیام اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب جرمنوں کو فتح حاصل ہو۔ اسی طرح ایسے لوگ رومانیہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ ہنگری میں بھی پائے جاتے ہیں۔ بیلجیئم میں بھی پائے جاتے ہیں۔ ڈنمارک میں بھی پائے جاتے ہیں۔ ہالینڈ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ سپین میں بھی پائے جاتے ہیں۔ امریکہ میں بھی پائے جاتے ہیں اور ہندوستان میں بھی پائے جاتے ہیں۔ بلکہ عرب کی بغاوت نے بھی بتا دیا کہ وہاں بھی جرمنوں سے ہمدردی رکھنے والا عنصر موجود ہے۔ اور ایران کی بغاوت نے بتا دیا کہ وہاں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو جرمن قوم کی فتح کو پسند کرتے ہیں۔ پس ایسے لوگ دنیا میں موجود ہیں جو جرمن فتوحات کو اپنے ممالک کے لئے بہتر سمجھتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں دنیا میں ایسی جماعتیں بھی ہیں جو انگریزی فتح کو اپنے لئے زیادہ مفید خیال کرتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس جس کے فائدے جس جس حکومت سے وابستہ ہیں وہ اس حکومت کی فتح کو اپنے لئے بہتر خیال کرتا ہے۔ ہندوستان چونکہ ایک لمبے عرصہ تک انگریزوں کے ماتحت رہ چکا ہے اور اس کا انگریزی حکومت سے خیالات اور علوم میں اتحاد ہو چکا ہے اور یہ لازمی بات ہے کہ جس قوم کے ماتحت کوئی شخص ایک لمبے عرصہ تک رہے اس کے جذبات، احساسات اور افکار اس پر اثر کر جاتے ہیں۔ اس لئے ہندوستان کے رہنے والے، انگریزی پڑھنے، انگریزی لٹریچر کو اپنے مطالعہ میں رکھنے اور ایک لمبے عرصہ تک انگریزوں کے ماتحت رہنے کی وجہ سے جس حد تک انگریزی جذبات اور احساسات سے متاثر ہو سکتے ہیں اس حد تک جرمن جذبات اور احساسات سے متاثر نہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ اس جنگ میں انگریزی حکومت کو فتح حاصل ہو۔ اسی طرح انسان جس کے ساتھ ایک لمبے عرصہ تک رہے اس کے عیبوں سے واقف ہو جاتا ہے، اس کی خوبیوں سے آگاہ ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ اس کا معاملہ آسان ہو جاتا ہے۔ بہ نسبت اس کے

کہ اس کا کسی دوسرے کے ساتھ معاملہ پیش آئے۔ ان وجوہ کی بناء پر قدرتی طور پر ہندوستان کا سمجھدار طبقہ یہ خواہش رکھتا ہے کہ انگریز ہندوستان میں رہیں کیونکہ وہ سمجھتا ہے میرے لئے ان کے ساتھ معاملہ کرنا آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ جرمنوں کے ساتھ میرے معاملات طے ہوں۔ اسی طرح ہندوستانیوں میں قدرتی طور پر یہ احساس پیدا ہو چکا ہے کہ انگریزوں نے ایک لمبے عرصہ تک حکومت کر لی ہے جس کی وجہ سے اب وہ حکومت سے سیر ہو چکے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں ہمیں انگریزوں کے ماتحت جتنی اپنی آزادی کی امید ہو سکتی ہے اتنی امید جرمنوں یا جاپانیوں کے ماتحت نہیں ہو سکتی۔ ان تمام امور کی بناء پر ہندوستان کا وہ طبقہ جو سمجھدار ہے اور جو جذبات کو عقل پر حاکم نہیں ہونے دیتا انگریزوں سے ہمدردی رکھتا ہے۔ مگر ایسی ہی ہمدردی جرمن یا جاپان والوں سے ان کے علاقہ کے رہنے والوں کو ہے۔ پھر اگر ایک طرف ہمیں ایک ایسی رَو نظر آتی ہے جو ظلم اور استبداد پر مبنی ہے تو دوسری طرف گو ایک حصہ مذہب کا پابند اور دین کا قائل ہے مگر ان کے اتحادیوں میں سے ایک دہریہ جماعت بھی نظر آتی ہے جو مذہب کو دنیا سے مٹانے کا تہیہ کئے ہوئے ہے۔

ان سارے حالات میں ایک مومن کس یقینی رائے پر قائم ہو سکتا ہے اور وہ کون سی رَو اور کون سی تحریک پر اعتماد کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ وہ کلی طور پر دین کے لئے مفید ہو گی۔ جہاں کہیں ایک پھول نظر آتا ہے وہاں اس کے ساتھ دس کانٹے بھی اُگے ہوئے ہیں اور جہاں کہیں صحت کے لئے کوئی عمدہ اور کارآمد دوائی نظر آتی ہے وہاں بیماریوں کے دس سامان بھی نظر آجاتے ہیں۔ پس کون سی چیز ہے جس پر ایک مومن اعتماد اور اعتبار کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ اگر یہ نتیجہ نکلے تو اسلام کے لئے اچھا ہو گا۔ اگر جرمن جیتے تو یقیناً فیسزم جو مذہب اور آزادئ ضمیر کو کچل دیتی ہے انسان کو مدتوں تک اپنا غلام بنائے رکھے گی اور اگر اتحادی جیتیں تو گو ان کا ایک حصہ مذہب کا پابند ہے مگر انہی کے دامن کے ساتھ لٹکا ہوُا ہمیں روس دکھائی دیتا ہے جو دہریت اور الحاد کی تائید کر رہا ہے۔

پس اس وقت مومن کی مثال درحقیقت ایسی ہی ہے جیسے کہتے ہیں کہ کوئی عورت تھی۔ جس کی ایک لڑکی مالی کو بیاہی ہوئی تھی اور دوسری لڑکی ایک کمہار سے بیاہی ہوئی تھی۔

جب کبھی بادل آتا تو وہ گھبرا کر ادھر سے ادھر پھرنا شروع کر دیتی۔ اس کی ہمسائیاں اس سے پوچھتیں کہ بی بی تم اتنا گھبرا کیوں رہی ہو اور کس لئے فکر سے ادھر ادھر ٹہل رہی ہو۔ تو وہ جواب دیتی کہ میری دو بیٹیوں میں سے ایک کی خیر نہیں۔ وہ پوچھتیں کس طرح۔ تو وہ کہتی اب بادل آیا ہؤا ہے۔ مَیں حیران ہوں کہ کیا کہوں بادل برسے یا نہ برسے۔ اگر بادل نہ برسے گا تو میری مالن لڑکی مر جائے گی اور اگر بادل برسے گا تو میری کمہار لڑکی تباہ ہو جائے گی۔

پس ان حالات میں جہاں ایک مومن کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ دنیوی سامانوں کے ماتحت جس حد تک اپنی آئندہ بہتری کا انتظام کر سکتا ہے کرے۔ وہاں اس کا ایک بڑا ضروری کام یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور بڑے فکر اور توجہ سے دعائیں کرے اور کہے خدایا مجھے اپنے چاروں طرف بلائیں ہی بلائیں نظر آتی ہیں اور اگر ایک سُکھ نظر آتا ہے تو دس دُکھ اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں یہ میرے بس کی بات نہیں کہ مَیں دُکھ سے بچ سکوں اور سُکھ کو حاصل کر سکوں کیونکہ وہ آپس میں اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ مَیں انہیں جدا جدا نہیں کر سکتا۔ یہ تیرا ہی کام ہے اور مَیں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تُو اپنے فضل سے خود ہی یہ کام میری طرف سے کر دے اور مجھے وہ چیز دے جو میرے لئے ہر لحاظ سے مفید اور بابرکت ہو۔ مثلاً جیسے مَیں نے ابھی بتایا ہے جہاں تک ہمارا تعلق ہے اور جہاں تک ملکی فوائد کا تعلق ہے ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ انگریزوں کی کامیابی اور فتح ہمارے لئے مفید ہے۔ مگر انگریزوں کی کامیابی کے ساتھ ہی روس کی کامیابی بھی آ جاتی ہے جو دہریت کو قائم کرنے والی اور مذہب کو برباد کرنے والی حکومت ہے۔ اور ادھر سے اگر جرمن کامیاب ہو جائیں تو اس میں بھی دنیا اور دین کی تباہی نظر آتی ہے۔ گویا ہر طرف مصیبت دکھائی دیتی ہے اور ہر بات میں آفت نظر آتی ہے۔ ہم اپنے ملکی اور سیاسی حالات کی وجہ سے اور اس تعلق کی بناء پر جو ہمارا انگریزوں کے ساتھ ہے یہ سمجھتے ہیں اور اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ان کی کامیابی میں ہی ہمارے لئے ترقی اور سہولت کی راہیں ہیں۔ اسی لئے ہم انگریزوں کی کامیابی کے لئے دعائیں کرتے ہیں مگر نہ معلوم اللہ تعالیٰ نے کس حکمت کے ماتحت روسیوں کو بھی انگریزوں کے پلّے باندھ دیا ہے۔ شاید اس ذریعہ سے اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی نئے تغیر کی بنیاد رکھنا چاہتا ہے۔

بہر حال ان دنوں میں ہمیں دعاؤں کی طرف بہت زیادہ توجہ کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت ہی عاجزی اور انکساری کے ساتھ عرض کرنی چاہیئے کہ یا اللہ! اسلام کا خانہ پھر بھی خالی نظر آتا ہے۔ اگر ایک کامیابی میں ایک ایسے گروہ کو طاقت ملتی ہے جو مذہب اور عقیدہ کا دشمن ہے تو دوسرے گروہ کی کامیابی میں جو گو مذہب اور عقیدہ کا دشمن نہیں یہ خطرہ موجود ہے کہ اس کے ساتھیوں میں سے ایک ساتھی ایسا ہے جو مذہب اور دینی عقائد کا شدید دشمن ہے۔ بے شک ہمارے اندر یہ طاقت نہیں کہ ہم لوگوں کے دلوں کو بدل سکیں مگر ہمارے خدا میں تو یہ طاقت ہے کہ وہ دلوں کو بدل دے۔ پس گو ہم کچھ نہ کر سکیں مگر خدا تعالیٰ ایسے سامان کر سکتا ہے کہ بظاہر اس جنگ میں گو ایک بات ہمارے مخالف نظر آتی ہے مگر اللہ تعالیٰ اسی میں سے ہمارے لئے بہتری کے سامان پیدا کر دے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۔3 قریب ہے کہ ایک چیز ایسی ہو جس کو تم ناپسند کرتے ہو مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں تمہارے لئے بھلائی کے سامان رکھے ہوئے ہوں۔ پھر فرماتا ہے عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۔4 قریب ہے کہ ایک چیز ایسی ہو جس کو تم پسند کرتے ہو مگر اس کا نتیجہ تمہارے لئے بُرا نکلے۔

پس بے شک ہمارے اندر کوئی طاقت نہیں مگر خدا تعالیٰ کی طاقت اور قوت میں یہ بات ہے کہ وہ ایسے سامان پیدا کر دے کہ جو چیز ہمیں بُری نظر آتی ہے اسی میں ہمارے لئے خیر پیدا ہو جائے۔ مثلاً اگر ہم اس نقطۂ نگاہ سے دیکھیں کہ گو روسی دہریہ ہیں مگر وہ اب تک ساری دنیا سے الگ رہے ہیں اور مذاہب کو اپنے قریب آنے سے ہمیشہ روکتے رہے ہیں مگر اس دوستی کی وجہ سے جو روسیوں اور انگریزوں میں پیدا ہو گئی ہے ممکن ہے وہ آئندہ اپنے ملک کے دروازے زیادہ کھلے رکھیں اور ممکن ہے وہ غیر لوگوں کو اپنے ملک میں آنے دیں اور اُن کے ذریعہ مذہبی خیالات کا تبادلہ ہو۔ اور اس کے نتیجہ میں قوم کی ایسی اصلاح ہو جائے جو ہمارے لئے مفید ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس جنگ کے نتیجہ میں وہ ایسے نڈھال اور کمزور ہو جائیں کہ وہ اس امر پر خود ہی غور و فکر کرنا شروع کر دیں کہ ہم نے مادی ذرائع کا استعمال کر کے تو دیکھ لیا مگر ہمیں سچی خوشحالی نصیب نہیں ہوئی۔ آؤ ہم پھر مذہب کی طرف رجوع کریں۔ شاید اسی

ذریعہ سے ہمیں سچی راحت اور اطمینان حاصل ہو جائے۔

اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیشگوئی موجود ہے کہ روس کے اندر احمدیت پھیل جائے گی۔ پس ہم جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ضرور ایسے سامان پیدا کر دے گا جن کے نتیجہ میں روس میں احمدیت پھیل جائے گی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"مَیں نے ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ زارِ روس کا سونٹا میرے ہاتھ میں آ گیا ہے۔" 5

اس میں بھی ایک بہت بڑی پیشگوئی ہے جس کی تفصیلات کا یہ وقت نہیں مگر ایک بات جسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور جو اس پیشگوئی سے ظاہر ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ روس کے ملک میں احمدیت کا غلبہ ہو جائے گا۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض دوسرے الہامات میں اس کا رستہ اور ترکیبیں بھی بتائی گئی ہیں مگر افسوس ہے کہ ہم نے اب تک ان سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ یا شاید اب تک ہم ان سے فائدہ اٹھانے کے قابل نہیں ہوئے اور ہمیں ایسے ذرائع میسر نہیں ہوئے جن سے یہ کام کیا جا سکے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیشگوئی ہے کہ اسلام اس ملک میں پھیلے گا اور احمدیت کو ترقی حاصل ہو گی۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم ان سامانوں کو نہ دیکھیں جو اس وقت ظاہر ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے اس سے دعائیں کریں کہ وہ ان غیبی سامانوں کو جو اس پیشگوئی کے محرک ہیں اپنے فضل سے نمایاں کر دے اور ان کو بڑھائے۔ یہاں تک کہ اسلام اور احمدیت کی ترقی اور اس کے قیام کے سامان پیدا ہو جائیں۔

پس ہمارا کام اس وقت یہی ہے کہ ہم دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ انگریزوں اور ان کے اتحادیوں کو فتح دے اور وہ سیاسی تغیرات جو ہمارے ملک کے لئے مضر ہیں ان کو دور کرے اور وہ سیاسی تغیرات جو ہمارے ملک کے لئے مفید ہیں ان کے جلد پیدا ہونے کے اسباب مہیا فرمائے۔ اسی طرح دوستوں کا فرض ہے کہ وہ رات اور دن جب بھی انہیں موقع ملے یہ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام تغیرات میں اسلام اور احمدیت کی ترقی کے سامان پیدا فرمائے اور

اگر کوئی تغیر اس ترقی کے مخالف ہو تب بھی اس کے فضل سے ایسا بیج بویا جائے جو بڑا ہو کر ایک دن لوگوں کو اسلام اور احمدیت کے جھنڈے کے نیچے لے آئے۔

غرض جہاں تک ظاہری سامانوں کا تعلق ہے جس طرف نظر اٹھتی ہے اسلام اور احمدیت کے مخالف سامان نظر آتے ہیں۔ مگر جہاں تک خدا تعالیٰ کے سامانوں کا تعلق ہے وہ ہمارے حق میں ہے اور درحقیقت یہی وقت ہوتا ہے جب بندے کی دعائیں اس کے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی برکت کا باعث ہوتی ہیں۔ جب خدا تعالیٰ کا فیصلہ بھی خلاف ہو اور دنیوی سامان بھی مخالف ہوں اس وقت وہی لوگ دنیا میں بس رہے ہوتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے غضب کے مورد ہوتے ہیں۔ بغداد کی جب تباہی ہوئی تو لوگ ایک بہت بڑے مشہور بزرگ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ بغداد میں مسلمانوں کو مغلوں کے حملوں سے بچائے۔ انہوں نے کہا مَیں دعا تو کرتا ہوں مگر کیا کروں جب مَیں اپنے ہاتھ دعا کے لئے اٹھاتا ہوں مجھے آسمان سے فرشتوں کی چیخ و پکار سنائی دیتی ہے جو بڑے زور سے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ یَآیُّھَا الْکُفَّارُ اقْتُلُوا الْفُجَّارَ۔ اے کافرو! بغداد کے ان فاسق و فاجر لوگوں کو قتل کر دو۔ تو دیکھو اس وقت زمین کے حالات بھی خلاف تھے اور آسمان کے حالات بھی خلاف تھے۔ اس لئے گو بعض دعائیں کرنے والے دعائیں کرتے تھے مگر اُن کی دعائیں ردّ کر دی جاتی تھیں کیونکہ مسلمانوں کی اکثریت فسق و فجور میں مبتلا ہو چکی تھی۔ اور جب زمین کے حالات بھی موافق ہوں اور آسمان کے حالات بھی موافق ہوں تو اس وقت دعا صرف نام کی چیز ہوتی ہے۔ وہ دعا بھلا لوگوں کے دلوں پر کیا اثر ڈال سکتی ہے اور خدا تعالیٰ کی طاقت اور قدرت کو وہ کیا ظاہر کر سکتی ہے۔ ریل کا انجن جا رہا ہے۔ ایک شخص کا پاؤں پھسلتا ہے اور وہ انجن کے آگے جا پڑتا ہے۔ اس وقت اگر کوئی دشمن پاس سے گزر رہا ہو اور وہ دعا کرنے لگ جائے کہ یا اللہ! یہ شخص مر جائے تو بے شک وہ مر جائے گا مگر اس دعا کا لوگوں پر کیا اثر ہو سکتا ہے۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ کوئی معجزہ ظاہر ہوا ہے۔ ہر کوئی کہے گا کہ پاگل تجھے دعا کرنے کی کیا ضرورت تھی وہ تو پہلے ہی مر رہا تھا۔ ایک شخص کو ہیضہ ہو جاتا ہے، طاعون ہو جاتی ہے۔ لوگ ان مرضوں سے بچ بھی جاتے ہیں۔ مگر اکثر ایسے ہی ہوتے ہیں جو مَر جاتے ہیں۔ اب اگر

کسی شخص کو طاعون یا ہیضہ ہو جائے اور اس کا کوئی دشمن ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگ جائے کہ یااللہ! میرے دشمن کو ہلاک کر دے تو سب لوگ اسے کہیں گے کہ تیری اس دعا کا کیا فائدہ ہے وہ تو پہلے ہی مَر رہا ہے۔ تو جب آسمان کا فیصلہ بھی مخالف ہو اور زمین کے حالات بھی مخالف ہوں تب بھی دعا کا فائدہ نہیں ہوتا اور جب آسمان کے حالات موافق ہوں اور زمین کے حالات بھی موافق ہوں تب بھی دعا کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا۔ وہ عبادت تو ہوتی ہے مگر اسے دنیا میں تغیر پیدا کرنے والی دعا نہیں کہا جا سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ پہلے ہی اس کے حق میں ہوتا ہے مگر جب زمین کے حالات موافق ہوں اور آسمان کے مخالف ہوں یا آسمان کے موافق ہوں اور زمین کے مخالف ہوں تب دعا حقیقی معنوں میں دعا کہلاتی ہے۔ اور وہی دعا ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے نشانات ظاہر ہوتے ہیں۔ خصوصاً جب زمین کے حالات مخالف ہوں اور آسمان کے حالات موافق ہوں۔ کیونکہ اس وقت دعا سننے والا دعا سننے پر تیار ہوتا ہے جب زمین کے حالات موافق ہوں اور آسمان کے مخالف تب دعا سننے والا اتنا تیار نہیں ہوتا جتنا اس وقت ہوتا ہے جب زمین کے حالات تو مخالف ہوں مگر آسمان کے حالات موافق ہوں۔

اِس وقت ہماری بھی یہی حالت ہے کہ زمین کے حالات ہمارے مخالف ہیں مگر آسمان کا فیصلہ ہمارے حق میں ہے۔ ظاہری سامانوں کے لحاظ سے ایک طرف دہریت اپنا مُنہ کھولے کھڑی ہے۔ ایک طرف فیسزم دنیا پر غالب آنا چاہتی ہے۔ ایک طرف موجودہ فلسفہ اسلام اور احمدیت کے خلاف لوگوں کے دلوں میں زہر پیدا کر رہا ہے۔ اور اگر ہمارے کان ہوں اور ہم زمانہ کی عملی آواز کو سن سکتے ہوں تو وہ ہمیں ہر وقت یہی کہتا نظر آ رہا ہے کہ اسلام ختم ہؤا، احمدیت برباد ہوئی۔ مگر اس کے ساتھ ہی دوسری طرف آسمان سے ایک اور آواز ہمارے دوسرے کان میں آ رہی ہے کہ دہریت ختم ہوئی، اسلام قائم کیا گیا، احمدیت غالب کی گئی اور خدا تعالیٰ کے فرشتے آسمان سے اس کی مدد کے لئے اتر رہے ہیں۔ پس ہمارا ایک کان اگر ایک آواز سنتا ہے تو ہمارا دوسرا کان دوسری آواز سنتا ہے اور مَیں نے بتایا ہے کہ یہی دعا کا بہترین وقت ہوتا ہے۔ اس وقت خدا جب بندے کی دعا کو سنتا ہے تو وہ صرف بندے پر ہی فضل نہیں

کر رہا ہوتا بلکہ اپنا کام بھی کر رہا ہوتا ہے۔ بندے کا فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی ضرورتوں کو پورا کر لیتا ہے اور اپنے لئے ترقی اور کامیابی کے رستے تلاش کر لیتا ہے اور خدا تعالیٰ کا فائدہ اس میں یہ ہوتا ہے کہ اس کا مقصد پورا ہو جاتا ہے اور اس کی قدرت اور شان دنیا پر ظاہر ہو جاتی ہے۔

پس جب دنیا مخالف ہو لیکن خدا تعالیٰ کا ارادہ اور ہو تو اس وقت خدا جب اپنے ارادے کو پورا کرتا ہے تب دنیا سمجھتی ہے کہ واقع میں کوئی زندہ خدا موجود ہے۔ گویا صرف بندے کا ہی کام نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ کا بھی کام ہوتا ہے۔ اور صرف بندے کی ہی شان ظاہر نہیں ہوتی خدا تعالیٰ کی شان بھی ظاہر ہوتی ہے۔ پس ایسے وقت میں دعائیں ایک خاص اثر رکھتی ہیں اور ہمیں چاہیئے کہ ہم ہمیشہ اپنی دعاؤں میں اس نکتہ کو ملحوظ رکھیں۔ مجمل دعائیں تو انسان کرتا ہی ہے مگر وہ اتنا فائدہ نہیں دیتیں جتنا فائدہ وہ تفصیلی دعائیں دیتی ہیں جو حقیقت کو پوری طرح سمجھ کر کی جاتی ہیں۔

پس صرف دنیوی سامانوں کو دیکھ کر دعائیں نہ کرو بلکہ روحانی بصیرت سے کام لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر گرو اور اس سے کہو کہ الٰہی! ہمیں چاروں طرف سے گمراہی نظر آتی ہے۔ جو چیزیں ہمارے ملک یا ہمارے مذہب کے لئے مفید ہیں ان کے ساتھ اتنی خرابیاں ملی ہوئی ہیں کہ ہم اپنی طاقت سے ان خرابیوں سے بچ نہیں سکتے۔ تیرے حضور ہم التجا کرتے ہیں کہ ہمیں ان خرابیوں سے بچا لینا اور جو اچھی باتیں ہیں اُن سے حصہ دینا۔ یہ تیرے اختیار کی بات ہے ہمارے اختیار کی نہیں۔ اس لئے ہم تجھ سے ہی درخواست کرتے ہیں کہ جو چیزیں ہمیں اچھی نظر آتی ہیں اُن کے ساتھ جو تاریک پہلو ہیں اُن کی تاریکی اور ظلمت سے ہمیں بچا لے اور خوبیوں سے ہمیں حصہ دے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خاندان کی ایک دفعہ مکہ والوں نے بڑی ہتک کی۔ انہوں نے اشعار کے ذریعہ آپؐ کی ہجو کہنی شروع کر دی۔ اسی طرح وہ اشعار میں آپؐ کے خاندان کی بھی ہتک کرتے۔ جب ان کی شرارت بہت بڑھ گئی تو حسّان بن ثابت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اب تو حد ہو گئی ہے۔ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم بھی کفار کی ہجو کہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَیں اجازت تو دے دوں

مگر حسّان تجھے معلوم ہے کہ جو لوگ مجھ پر حملہ کر رہے ہیں ان کے باپ دادا اور میرے باپ دادا ایک ہی ہیں۔ اگر ان کے باپ دادا کی تُو نے ہجو کی تو وہ میرے باپ دادا کی ہی ہجو ہو گی۔ اس لئے مَیں اس کی کیسے اجازت دے سکتا ہوں۔ حضرت حسّان بن ثابتؓ کہنے لگے یارسول اللہ! یہ خیال جانے دیجئے۔ مَیں آخر شاعر ہوں۔ میں اس طرح آپ کے باپ دادا کو ان کے باپ دادا سے الگ کر لوں گا جس طرح مکھن میں سے بال نکال لیا جاتا ہے۔6 حسّان اگر اپنے فن میں کمال رکھنے کی وجہ سے ایسا کر سکتے تھے کہ مکہ والوں کی ہجو کرتے ہوئے وہ اس طرح ہجو کریں کہ رسول کریم ﷺ کے آباء و اجداد پر کوئی حملہ نہ ہو اور وہ آپ کے آباء و اجداد اور ان کفار کے آباء و اجداد کو الگ کر لیں تو کیا وہ کام جو حسّان نے کیا وہ ہمارا خدا نہیں کر سکتا۔ یقیناً جو کام حسّان نے کیا تھا ہمارا خدا اس سے بہت زیادہ کر سکتا ہے۔ اور وہ یقیناً ایسے سامان پیدا کر سکتا ہے کہ گو بظاہر شر اور خیر ملا ہؤا ہو مگر وہ چھٹک چھٹک کر دونوں کو اس طرح الگ کر دے کہ خیر الگ ہو جائے اور شر الگ ہو جائے۔ اور پھر شر کو فنا کر دے اور خیر کو قائم کر دے۔ اے میرے خدا تُو ایسا ہی کر۔" (الفضل 6 اپریل 1943ء)

1: **مقاومت:** مقابلہ، برابری

2: Quisling: اپنے قابض حلیف کے ساتھ تعاون کرنا

3، 4: البقرۃ: 217

5: تذکرہ صفحہ 458 ایڈیشن چہارم

6: مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ